آئی ایم ایف ، عالمی ، مالیاتی پولیس میں

لاطینی امریکہ کے ملک وینزویلا میں ۱۹۸۹ء میں تین سو سے زائد افراد حکومت مخالف فسادات کی بھینٹ چڑھ گئے تھے۔ یہ فسادات آئی ۔ ایم ۔ ایف (بین الاقوامی مالیاتی فنڈ) کے تجویز کردہ ، کفایت شعاری پر مبنی سخت گیر اقتصادی پروگرام کے نتیجے میں پھوٹ پڑے تھے۔ "آئی ۔ ایم ۔ ایف فسادات" ، ارجنٹائن ، پیرو ، اردن ، مصر ، زمبیا ، اور ڈومینیکن ریپبلک میں بھی ہوچکے ہیں ۔ آئی ۔ ایم ۔ ایف کی پالیسیوں کے نتیجے میں غذائی اشیاء اور تیل کی قیمتوں میں جو اضافہ ہوا ، لوگ اُس کے خلاف احتجاج کےلئے سڑکوں پر آگئے تھے۔ آئی ۔ ایم ۔ ایف کے Adjustmet پروگرام ..... حکومتی اخراجات میں کمی اور ٹیکسوں میں اضافہ چاہتے ہیں ۔تاکہ قرض ادا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم موجود ہو۔ حکومتی اخراجات میں کمی کے باعث طب و صحت ، تعلیم اور رہائشی سہولتوں کے پروگرام متاثر ہوتے ہیں ۔

آئی ۔ ایم ۔ ایف اپنے اس امیج سے بخوبی آگاہ ہے کہ وہ شمال کے امیر ملکوں اور تجارتی بنکوں کے لئے روپیہ جمع کرنے کا ایک بے حس ادارہ ہے۔ کچھ عرصے سے ادارے کے کارپردازوں کی زبان میں کچھ تبدیلی آئی ہے اور سماجی تحفظ کے انتظامات کی ضرورت کو کسی حد تک تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر اس کی بنیادی پالیسیوں اور کام کرنے کے طریقوں میں چنداں کوئی فرق نہیں آیا۔

آئی ۔ ایم ۔ ایف ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے عوام کے ٹیکسوں سے چلتا ہے۔ مگر اس کے باوجود یہ عوام کی جانب سے کسی جانچ پڑتال سے ماورا ہے۔ ایک ہزار سے زائد ماہرین اقتصادیات پر مشتمل اس کا عملہ مقروض ملکوں کی معیشت پر قابل لحاظ اثر رکھتا ہے۔ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ جن ملکوں کے لئے یہ ماہرین اقتصادیات پالیسیاں بناتے ہیں ان ملکوں کے بارے میں انہیں شاذ ہی کوئی عملی تجربہ ہوتا ہے۔

آئی ۔ ایم ۔ ایف کیا ہے اور کیسے وجود میں آیا؟ آئی ایم ایف کیا کرتا ہے اور اس کی پالیسیوں سے غریب کس طرح متاثر ہوتے ہیں ۔ اور آخری بات یہ کہ ان پالیسیوں کو بدلنے میں آپ اور ہم کیا کرسکتے ہیں ؟

آئی ۔ ایم ۔ ایف کیا ہے ؟

آئی ۔ ایم ۔ ایف ایک بین الاقوامی مالیاتی ادارہ ہے جس کا مرکزی دفتر واشنگٹن ڈی ۔ سی ۔ میں ہے۔ اس کا مقصد وجود عالمی معیشت کو صحیح طور پر چلنے میں مدد دینا ہے تاکہ بین الاقوامی تجارت اور سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا رہے۔ دنیا کے تقریباً تمام ملک اس ادارے سے منسلک ہیں۔ لیکن زیادہ تر سرمایہ امیر صنعتی ملکوں کا ہے جو نتیجتاً اس ادارے کو کنٹرول کرتے ہیں۔ تقریباً پچاس سال ہورہے ہیں جب بریٹن وڈز (Bretton woods) نیو ہمپشائر میں اتحادی طاقتوں کی ایک کانفرنس میں آئی ۔ ایم ۔ ایف اور اس کا برادر ادارہ ورلڈ بنک قائم کیے گئے تھے۔ اس پس منظر میں آئی ۔ ایم ۔ ایف اور ورلڈ بنک کو اکثر "بریٹن وڈز ادارے" کہا جاتا ہے ۔ کانفرنس کے

وقت اتحادی حکومتوں کی سوچ یہ تھی کہ ۱۹۳۰ء کے عشرے کی وہ کساد بازاری دوبارہ پیدا نہ ہو، جب صنعتی ملکوں کی تاجرانہ پالیسیوں نے بین الاقوامی کاروبار میں خلل پیدا کیا تھا اور پوری دنیا کساد بازاری کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔

ابتداء میں ورلڈ بنک کا مقصد دوسری عالمی جنگ سے تباہ شدہ یورپ کی تعمیر نو میں سہولت پیدا کرنا تھا۔ مگر جلد ہی اس نے اپنا کردار بڑھا کر ترقیاتی بنک کی حیثیت اختیار کر لی اور دنیا کے غریب ملکوں میں اقتصادی ترقیاتی منصوبوں کے لئے قرض دینے لگا۔ اس کے برعکس آئی ایم ایف ان ملکوں کو قلیل المیعاد قرضے جاری کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا، جن کے پاس غیر ملکی کرنسی میں رقم نہ ہو، جو ان کی بین الاقوامی تجارت کے لئے ضروری ہے۔ آئی۔ ایم۔ ایف کا ہر رکن ملک اپنی کرنسی میں کچھ رقم ادا کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ ملک کسی بھی کرنسی میں آئی ایم ایف سے ادھار لینے کا استحقاق حاصل کر لیتا ہے۔ غیر ملکی کرنسی میں ادھار ملنے کی یہ خوبی کسی ملک کو زرمبادلہ کے بحرانی دور میں (جب اسے اچانک کوئی ضرورت آ پڑے، اور ضروری درآمدات کے لیے اس کے پاس ڈالروں یا کسی دوسری بین الاقوامی کرنسی میں رقم موجود نہ ہو) صورت حال پر قابو پانے میں مدد دیتی ہے۔ اگر کوئی ملک اپنے کوٹہ سے زیادہ ادھار لیتا ہے تو آئی ایم ایف کی طرف سے طے کردہ شرائط کی اسے سختی سے پابندی کرنا ہوگی۔ کیوں کہ بین الاقوامی قرضوں کی واپسی ڈالروں یا دوسری بین الاقوامی کرنسیوں ہی میں ہوتی ہے۔ مقروض ملک کو اپنی برآمدات سے اتنی رقم لازماً کمانا چاہیے تاکہ وہ قرض اور اس کا سود ادا کرنے کی پوزیشن میں ہو۔

آئی۔ ایم۔ ایف کا کردار کیا ہے؟

کچھ عرصہ پہلے تک آئی۔ ایم۔ ایف پر لکھنے والوں کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی۔ لیکن ۱۹۸۲ء میں اس وقت آئی۔ ایم۔ ایف سب کی نظروں میں آ گیا جب عالمی سطح پر قرضوں کا بحران شروع ہوا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں افراطِ زر میں اضافہ روکنے کے لیے جو پالیسیاں اپنائی گئیں، ان کے نتیجہ میں شرحِ سود میں بہت زیادہ اضافہ ہوا اور شرحِ سود کے اضافے سے میکسیکو، برازیل اور فلپائن جیسے ملکوں کے قرضے آسمان سے باتیں کرنے لگے، کیوں کہ انہوں نے متغیر شرح سود پر بہت زیادہ قرضے لے رکھے تھے۔

اسی اثناء میں صنعتی ملکوں میں کساد بازاری سے مقروض ملکوں کی برآمدات (معدنیات، زرعی اشیاء اور چھوٹی موٹی مصنوعات) کی طلب اور قیمتیں دونوں بہت زیادہ ہو گئیں۔ جب سود کی مقدار ڈرامائی طور پر بڑھ گئی تو مقروض ملکوں کی برآمدات سے حاصل ہونے والی آمدنی میں نمایاں طور پر کمی ہو گئی۔ قرض دینے والوں کو خوف لاحق ہو گیا کہ بڑے بڑے مقروض اپنی ادائیگیاں نہ کر سکیں گے، ان کی جانب سے یکے بعد دیگرے عدم ادائیگی کی لہر سے بین الاقوامی مالیاتی نظام تباہ ہو جائے گا۔

آئی۔ ایم۔ ایف نے مداخلت کی اور سخت مقروض ملکوں کو فوری نادہندگی سے بچانے کی خاطر تجارتی بنکوں سے ان کے لیے قرضوں کا اہتمام کیا۔ نئے قرضوں کے نتیجے میں، قرض لینے والے ملکوں کو کفایت شعاری اور بجٹ کاٹنے کے سخت اقدامات کرنے پڑے۔ آئی۔ ایم۔ ایف نے حکومتی اخراجات میں کافی کمی کرنے پر اصرار کیا، تاکہ قرض کی ادائیگی کے لیے رقم بچ سکے۔ آئی ایم ایف اور اس کے بڑے بڑے شراکت دار ممالک کی اولین ترجیح قرضوں کا واپس لینا ہے۔ مگر مذکورہ انتظامات نے ترقی پذیر ممالک کو مزید مقروض بنایا، جب کہ ان کی معیشت کساد بازاری کا شکار ہو گئی۔

اپنے اخراجات کم کرنے کی خاطر، مقروض قوموں نے صنعتی ملکوں سے درآمدات کم کردیں۔ ۱۹۸۵ء تک اس کے نتیجے میں صرف ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں دس لاکھ سے زائد افراد بے روزگار ہوئے۔ مقروض ملکوں میں بنیادی ڈھانچے پر خرچ کی واقعی ضرورت کے باوجود خرچ نہ ہوا۔ نتیجے میں ان کی پیداواری صلاحیت گر گئی۔ یہ واضح ہوگیا کہ مسئلہ قلیل المیعاد Liquidity کی کمی کا نہیں، بلکہ طویل المیعاد اقتصادی ترقی کی ضرورت ہے۔

قرض مزید بڑھ گئے

اگرچہ تجارتی بنکوں نے قرض دینے کے معاہدوں سے حاصل ہونے والے کمیشنوں سے اتنا منافع کمایا، جتنا انہوں نے پہلے کبھی نہ کمایا تھا۔ لیکن وہ تیسری دنیا کو قرض دینے کے کاروبار سے الگ ہوجانے کے لیے بے تاب تھے۔ چنانچہ آئی۔ ایم۔ ایف کی برادر تنظیم ورلڈ بنک مختلف حکومتوں کے لیے ترقیاتی رقم کی فراہمی کا سب سے بڑا ذریعہ بن گیا ہے۔ ورلڈ بنک سڑکوں، پن بجلی کے بندوں اور صحت کے پروگراموں کے لیے قرض دیتا ہے لیکن ۱۹۸۰ء کے عشرے کے آغاز سے اس نے بنیادی اقتصادی ڈھانچے مین ردوبدل کے پروگراموں Structural Adjeistment Programs کےلئے قرضے فراہم کیے ہیں۔ یہ متنازع قرضے مقروض ملکوں نے پرانے قرض اتارنے کے لیے بھی خرچ کیے ہیں۔

"بنیادی اقتصادی ڈھانچے میں ردوبدل کے پروگرام" سڑکوں یا آبی ذخیروں کی تعمیر جیسے پروجیکٹ نہیں، بلکہ ایسے قرضے ہیں جو اقتصادی پالیسیوں میں دوررس اور اکثر مشکل اور سخت تبدیلیاں لانے میں کسی ملک کی مدد کرتے ہیں۔ آزاد منڈی کی معیشت (جس کے ساتھ یہ قرضے منسلک ہوتے ہیں) کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ اس سے حکومتی سرمایہ بچے گا اور آخر الامر اس سے پیداواری قوت اور فعالیت میں اضافہ ہوگا۔ نظری طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ ان تبدیلیوں سے مزید ٹیکس جمع ہوں گے جو بنیادی اقتصادی ڈھانچے میں رد وبدل کےلیے دیے گئے قرض واپس کرنے میں ملک کی مدد کریں گے۔ مگر عملاً صورت حال یہ ہے کہ بری طرح قرضے میں جکڑے ہوئے ملک دس سال میں نئے قرض لے کر نہ تو غربت میں کمی کرسکے ہیں اور نہ قرض اتار سکے ہیں جو ان کی معیشت کے لیے ناقابل برداشت بوجھ ہے۔

آئی۔ ایم۔ ایف، ورلڈ بنک کی نسبت بہت کم رقم قرض دیتا ہے، مگر مقروض ملکوں کے اقتصادی پروگرام ترتیب دینے میں کہیں بڑا کردار ادا کرتا ہے۔ آئی۔ ایم۔ ایف اب عالمی مالیاتی پولیس مین کے طور پر جانا جاتا ہے۔ یہ مقروض ملکوں سے اپنی پالیسیاں منواتا ہے۔ تاکہ اس بات کی ضمانت رہے کہ وہ اپنے قرضے ادا کرتے رہیں گے۔ اکثر اوقات کسی ملک کےلیے تجارتی بنکوں کے قرضے اور ترقیاتی امداد روک لی جاتی ہے، تاوقتیکہ متعلقہ ملک آئی ایم ایف کے ساتھ اقتصادی پروگرام طے نہ کرلے۔ اس طرح آئی ایم ایف کو بے پناہ طاقت حاصل ہوگئی ہے کیوں کہ قرضوں میں جکڑے ہوئے ملک اپنی معیشت کو چلانے کے لیے قرضوں اور امداد پر انحصار کرتے ہیں۔ آئی ایم ایف کی ان پالیسیوں کی وجہ جواز یہ ہے کہ کوئی ملک ہمیشہ کےلیے اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ نہیں کرسکتا۔ اس لیے ہر ملک کو "ردوبدل" کرتے ہوئے اپنی عادتیں بدلنا ہیں۔ مگر جو چیز آئی ایم ایف کی توجہ حاصل نہیں کرتی وہ یہ ہے کہ قرض پر چڑھنے والے سود کی رقم کم کی جائے۔ اور یہ ورلڈ بنک کی طرح "بنیادی اقتصادی ڈھانچے میں ردوبدل کے

پروگراموں" کو اہمیت دے رہا ہے۔ ان پروگراموں کے ساتھ بالعموم حسب ذیل شرائط لگی ہوتی ہیں۔
(۱) درآمدی اشیاء پر ٹیکس ختم کرنا تاکہ غیر ملکی تجارتی اداروں کے لیے اپنی اشیاء اور خدمات فروخت کرنا آسان تر ہوجائے۔
(۲) کرنسی کی شرح تبادلہ میں کمی جس سے درآمدات مزید مہنگی ہوجاتی ہیں اور برآمدات سستی۔
(۳) خوراک اور زرعی اشیاء پر حکومتی رعایت کا خاتمہ، جس سے کسان متاثر ہوتے ہیں۔ نیز افلاس اور بھوک میں اضافہ ہوتا ہے۔
(۴) حکومتی اخراجات میں کمی، زیادہ تر صحت، تعلیم اور رہائشی سہولتوں کے شعبے میں۔
(۵) اجرتوں کے کنٹرول کا نفاذ، جس سے مزدوروں کی حقیقی آمدنی کم ہوجاتی ہے۔
(۶) ملکی قرضوں پر سخت پابندیاں جن سے کاروباری امکانات کم ہوجاتے ہیں۔ بالخصوص خواتین اور چھوٹے کاروبار کے لیے۔
(۷) ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی رقم میں اضافہ جو اکثر تیل کی قیمت اور سیلز ٹیکس میں اضافے سے کیا جاتا ہے اور آبادی کا غریب طبقہ نسبتاً زیادہ متاثر ہوتا ہے۔

ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کی طرف سے غربت کے خاتمے کے لیے زبانی جمع خرچ کے علی الرغم مذکورہ بالا پالیسیوں سے غریبوں کے لیے مشکلات میں اضافہ ہوا ہے اور ماحول کو نقصان پہنچا ہے۔ ایک طرف مقروض ملکوں کو مجبور کیا جارہا ہے کہ وہ اپنی معیشتوں کو عالمی مقابلے کے لیے کھول دیں۔ دوسری طرف صنعتی ملک ان ملکوں کی برآمدات کے لیے بدستور تجارتی رکاوٹیں قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اس صورت حال کا اصل فائدہ ان کثیر الملکی کارپوریشنوں (ملٹی نیشنل کمپنیوں) کو حاصل ہورہا ہے جو یکساں آسانی کے ساتھ ترقی پزیر اور ترقی یافتہ ملکوں میں کاروبار کرتی ہیں۔

آئی ایم ایف کی "دفعات معاہدہ" کے مطابق اسے اپنے رکن ملکوں کو...... "ان کی ادائیگیوں کے توازن کی کمزوریاں درست کرنے کے لیے اس طرح موقع دینا چاہیے کہ کوئی اقدام بین الاقوامی یا قومی خوشحالی کے لیے تباہ کن نہ ہو۔"

متاثر کون ہوتا ہے؟

قرضوں کے بحران سے جنم لینے والی "کفایت شعاری" سے جو لوگ سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں، ان میں سر فہرست وہ ہیں جو بمشکل جان و تن کا رشتہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔ فلپائن کی تنظیم "اتحاد برائے نجات از قرض" کے سربراہ نے اپنے ملک میں بنیادی ڈھانچے میں تبدیلیوں کے پروگراموں کو سکولوں، گھروں اور ملازمت سے لوگوں کو ہٹانے اور انتہائی صورتوں میں زندگی سے محروم کیے جانے کے مترادف قرار دیا ہے۔

پیرو میں صدر فیوجی موری نے قرض کی ادائیگی کے لیے رقم بچانے، افراط زر پر قابو پانے، قیمتیں مستحکم کرنے اور سب سے بڑھ کر قرض دینے والے ملکوں کی خوشنودی کے لیے اپنی قوم پر سادگی اور کفایت شعاری مسلط کی۔ انہوں نے تعلیم، صحت عامہ، رہائش اور خوراک میں رعایت جیسی مدات پر حکومتی اخراجات کم کر دیے۔ انہوں نے اجرتوں کی کم سے کم سطح ختم کر دی، مگر قیمتوں کو بڑھنے دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے گیس کی قیمت میں تین ہزار فی صد، پانی اور بجلی میں ۱۲ فی صد اور بنیادی اشیاء صرف کی قیمتوں میں دس فیصد اضافہ ہوگیا۔ یہ تھی آزاد منڈی کی معیشت۔ پیرو کے لوگوں کی اکثریت کے لیے "فیوجی موری دھچکا" کے اثرات تباہ کن ثابت ہوئے۔ ایک اندازے

کے مطابق ملک کی نصف سے زائد آبادی (ایک کروڑ تیس لاکھ افراد) افسوس ناک افلاس کا شکار ہے۔ صحت عامہ کے منصوبوں میں کٹوتی سے عملاً یہ شعبہ دم توڑ گیا ہے۔ ہیضہ، تپ دق، پیچش اور جذام جیسی بیماریوں سے ہزاروں افراد لقمہ اجل بنتے ہیں۔ زیادہ تر مرنے والے غریب طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو علاج معالجہ کے اخراجات برداشت نہیں کرسکتے۔ یونیسف کی جاری کردہ ایک رپورٹ کے مطابق پانچ برس سے کم عمر کے بچوں میں دس لاکھ کو مناسب خوراک نہیں ملتی۔ قرض ادا کرنے کی غرض سے خوراک اور صحت عامہ کا بجٹ کم کرکے جو رقم بچائی جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں فلپائن میں ایک بچہ ہر گھنٹے بعد مر جاتا ہے۔ امریکی کیتھولک بشپوں کی کانفرنس نے "تیسری دنیا کے قرض پر بیان" میں کہا ہے...... "ہمارے رفیق بشپ تواتر کے ساتھ ہمیں یاد دلا رہے ہیں کہ خدا کی شبیہ پر پیدا کیے گئے انسان، قرض کے بحران سے واقعتاً مر رہے ہیں۔ بالخصوص بچے اور خواتین، اور یہ صورت برداشت سے باہر ہے۔"

آئی۔ ایم۔ ایف کا کہنا ہے کہ حکومت کی طرف سے آٹے دال پر دی گئی رعایتوں سے متوسط اور اعلیٰ طبقات فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اس لئے یہ رعایتیں ختم ہونی چاہئیں۔ لیکن غریبوں پر کیا گزرتی ہے، جب وہ دو وقت کی روٹی سے محروم ہوجاتے ہیں؟ صحت عامہ کے حکومتی پروگراموں پر عوام کی پیداواری صلاحیت اور صحت کا انحصار ہے، مگر ان کے بجٹ میں بہت زیادہ کمی ہوچکی ہے۔ غریب لوگ سرکاری سکولوں اور ہسپتالوں پر انحصار کرتے ہیں، کیوں کہ ان کے لیے پرائیویٹ خدمات حاصل کرنا ممکن نہیں۔ غریب اسی وقت ہسپتال جاتا ہے جب اس کے پاس کوئی چارہ نہیں رہتا۔ مگر جب وہ ہسپتال جاتے ہیں تو انہیں علاج معالجہ حاصل ہونے سے پہلے مرہم پٹی سے لے کو خون تک خریدنا پڑتا ہے۔ یہی صورت حال سکولوں کی ہے۔

غریب لوگوں کے پاس صرف ان کی محنت ہے، مگر اجرتیں کم رکھی جاتی ہیں۔ تاکہ غیر ملکی کارپوریشنیں اقتصادی "فری زون" پالیسی سے فائدہ اٹھانے کے لیے ملک میں آئیں۔ ٹریڈ یونین کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ اس طرح غریبوں کے لیے اپنے حالات کار بہتر بنانے یا اجرتوں میں اضافہ کرانے کی کوئی طاقت نہیں۔ اکثر قابل کاشت زمین پر "فری زون" قائم کیے جاتے ہیں اور مقامی طور پر اجناس اگانے کے لیے زمین کم ہوجاتی ہے۔ ان چیزوں کی تیاری پر زور دیا جاتا ہے جو برآمد ہوسکیں۔ تاکہ قرض کی ادائیگی کے لیے زر مبادلہ کمایا جاسکے۔ برآمدات سب اچھی ہیں، مگر خوراک اور رہائش کے لیے مناسب اجرت سب سے زیادہ اہم ہے۔

"بنیادی اقتصادی ڈھانچے میں ردو بدل" اور قرض کا بوجھ ماحول کو خراب کرتا ہے۔ حد سے زیادہ ماہی گیری، جنگلات کا صفایا اور Strip Mining سب کچھ اس لیے ہے کہ برآمدات بڑھا کر قرض اتار جائے یا اس کا سود دیا جائے۔ "قرض کے بحران" کے نتیجے میں بے روزگاری نے دنیا بھر کے کروڑوں افراد کو جنگلات کا صفایا کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ برازیل میں چھوٹے چھوٹے کھیتوں کو سویا بین کے بڑے بڑے فارموں میں تبدیل کیا گیا تو اس کے نتیجے میں ہزاروں خاندان معاش سے محروم ہوگئے۔ عالمی منڈی میں سویا بین کی فروخت سے ملک میں ڈالر آگئے۔ مگر جو لوگ بڑے بڑے فارموں کے لیے جگہ حاصل کرنے سے بے گھر ہوئے، انھوں نے ایمزن کا رخ کیا۔ آخر الامر ماحولیاتی تباہی سے غریب ہی متاثر ہوتے ہیں۔ ان ہی کا انحصار زمین اور بقاء کے لیے بہتر آب و ہوا پر ہے۔ فلپائن میں جان و تن کا رشتہ قائم رکھنا از حد مشکل ہوگیا ہے۔ غیر قانونی طور پر جنگلات کاٹنے اور پہاڑوں کی جانب لوگوں کی

نقل مکانی کے نتیجے میں خشک سالی اور سیلابوں کا تباہ کن سلسلہ شروع ہوچکا ہے۔ حال ہی میں فلپائن کو آئی۔ ایم۔ ایف کی شرائط کے تحت ادائیگی قرض میں چالیس کروڑ ڈالر کی رقم امیر صنعتی ملکوں کو ادا کرنی پڑی ہے۔ حالانکہ ماحولیاتی تحفظ کے پروگرام کے لیے اس رقم کی شدید ضرورت تھی۔ قرض دینے والے ملک طے کردہ شرائط میں صرف اسی صورت میں کوئی ردوبدل کرتے ہیں۔ جب متعلقہ ملک نے آئی۔ ایم۔ ایف سے معاہدہ کر لیا ہو۔

ہم کیا کرسکتے ہیں ؟

جن تنظیموں نے آئی۔ ایم۔ ایف کو اپنی شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے، ان میں یونیسف، فرینڈز آف دی ارتھ، اکسفام، سیودی چلڈرن (برطانیہ) اور "امریکن کیتھولک بشپس کانفرنس" جیسے متنوع ادارے شامل ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں "بنیادی ڈھانچے میں تبدیلیوں" کے پروگراموں سے پیدا ہونے والے طویل المیعاد نقصانات کی تفصیلات یونیسف نے اپنی ایک رپورٹ میں پیش کیں تو آئی۔ ایم۔ ایف نے اقتصادی ماہرین کی ایک ٹیم کی خدمات حاصل کیں۔ تاکہ بعض ملکوں میں سماجی تحفظ کے پروگرام بنائے جائیں، لیکن سماجی تحفظ کےلیے یہ اقدامات ان نقصانات کا ازالہ کرنے سے قاصر ہیں جو "بنیادی ڈھانچے میں تبدیلیوں" کے پروگراموں کے نام پر ہوتے ہیں۔ ان پروگراموں کو اس طرح مرتب کیا جانا چاہیے کہ غربت و افلاس کا خاتمہ ہو۔ یہ متوازن اور ترقی پزیر معیشت کے لیے شرط اول ہے۔

آئی۔ ایم۔ ایف رکن ملکوں کی مہیا کردہ رقم سے چلتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے چلانے میں ہم سب شامل ہیں۔ اگرچہ ہر رکن ملک آئی ایم ایف کے انتظامی اخراجات برداشت کرنے میں شامل ہے، مگر امیر اور صنعتی ملکوں کا حصہ بہت زیادہ ہے اور اس کی پالیسیوں پر عملاً ان ہی کا کنٹرول ہے۔ ہمیں اپنے سرکاری افسران اور نمائندوں کو بتانا چاہیے۔ کہ ہم آئی ایم ایف کے بارے میں کیا سوچ رکھتے ہیں۔ "فرینڈز آف دی ارتھ" کی ایسی ہی ایک مہم کے نتیجے میں قانون سازی کی گئی ہے جس کے تحت آئی ایم ایف میں شامل امریکی نمائندوں کو کہا گیا ہے کہ وہ اس ادارے کو اپنے پروگراموں میں سماجی اور ماحولیاتی حوالے سے اصلاحی تبدیلیوں کے لیے آمادہ کریں۔ تبدیلیاں یہ ہیں:

آئی ایم ایف کے اندر آڈٹ کے ایک بااختیار محکمے کا قیام جو آئی ایم ایف کے پروگراموں سے ہونے والے سماجی اور ماحولیاتی اثرات کا جائزہ لے گا۔

سماجی اور ماحولیاتی اثرات سے متعلق تحقیق کا استعمال

آئی ایم ایف کے پروگرام ترتیب دیتے ہوئے عوامی تنظیموں اور متعلقہ وزارتوں کی شراکت

"آمدنی بمقابلہ خرچ" کے تجزیوں میں اصلاحات کا نفاذ تاکہ آئی ایم ایف کی پالیسیوں کے واقعی ماحولیاتی نقصان کا جائزہ سامنے آئے۔

ایک سال کے بعد پبلک رپورٹ کی اشاعت جو روس کو دی گئی امداد کی حکمت عملی کے جائزے پر مشتمل ہوگی۔ اس میں اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ قدرتی ماحولیاتی ذرائع کو تباہ کیے بغیر اور غریب آبادی پر مزید بوجھ ڈالے بغیر اقتصادی ترقی ہوئی ہے۔

ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ آئی ایم ایف اس قانون سازی پر عمل کرتا ہے یا نہیں، تاہم اب تک ہمارا تجربہ یہ

ہے کہ آئی ایم ایف کے کار پرداز صرف اسی صورت میں توجہ دیتے ہیں جب انہیں رقم نہیں ملتی۔ حالیہ رائے شماری میں امریکی کانگرس آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی امداد میں کٹوتی کے بہت قریب آچکی ہے۔ آئی ڈی اے (ورلڈ بنک کا ذیلی ادارہ جو نرم شرائط پر قرض دیتا ہے) کے لیے اس وقت تک مالیات روک لی گئی ہیں، جب تک ورلڈ بنک کے قرضوں سے چلنے والے منصوبوں کے بارے میں اطلاعات کی فراہمی میں زیادہ آزادانہ اور جمہوری پالیسی اختیار نہیں کرلی جاتی۔ اگر آئی ایم ایف کی کارکردگی میں کوئی ڈرامائی تبدیلی نہیں ہوتی۔ تو ہمیں سخت اقدامات کے لیے کوشاں ہونا چاہیے۔

آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی امداد میں قابل لحاظ کمی کے لیے ہم اپنے منتخب نمائندوں کا تعاون حاصل کرسکتے ہیں۔ ان اداروں کی طرف سے ہر تین سال بعد امریکی حکومت کو امداد کے لیے کہا جاتا ہے۔ یعنی آئی ایم ایف کی آئندہ درخواست ۱۹۹۸ء میں پیش ہوگی۔ ہمارے پاس وقت ہے کہ عوامی سطح پر ایک مضبوط احتجاجی تحریک منظم کریں۔ ۱۹۹۴ء میں ان ماحولیاتی اداروں نے پچاس سال پورے کیے تو دنیا بھر میں متعدد تنظیموں نے اس نعرے کے ساتھ احتجاج کیا کہ 50 year isEnough (پچاس سال میں بہت ہوگئی)

پیغام بہت واضح ہے۔ ہم آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے لیے مزید "بجٹ اور قرض" کی ضمانت نہیں دے سکتے۔ بنک کی اپنی رپورٹ کے مطابق (جو عام نہیں کی گئی) اس کے ۳۵ فیصد منصوبے ناکام ہوچکے ہیں۔ اور واقعتاً اس بات کا امکان ہے۔ ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف "اقتصادی ڈھانچے میں بنیادی تبدیلیوں" کے لیے مزید قرضے نہ دے جو سود کی ادائیگی کے لیے استعمال ہورہے ہیں اور ان سے وسیع بنیادوں پر کوئی اقتصادی ترقی نہیں ہورہی۔

آخری بات یہ ہے کہ ہم لوگ جو امیر ملکوں کے باشندے ہیں، اپنے صرف کمی کرکے ایک کردار ادا کرسکتے ہیں۔ ہرمن ڈالی اور رابرٹ گڈ لینڈ جیسے محترم و معزز ماحولیاتی ماہرین اقتصادیات کے دلائل متاثر کن ہیں کہ دنیا کے شمال میں واقع (امیر) ممالک کو قدرتی ذرائع کے استعمال میں کمی کرنا چاہیے تاکہ یہ جنوب واقع (غریب) ملکوں کے کام آسکیں...... اور محدود ماحولیاتی خلا کو خراب نہ کریں .... شمال کے ملکوں کو بنی نوع انسان کی مشترک اشیاء (کرہ ہوائی، خلا، ہوا وغیرہ) کے اندھا دھند استعمال میں کمی کرنا چاہیے۔ یہ ماہرین اقتصادیات انسانی ذرائع میں سرمایہ کاری کے ساتھ ماحول کو پہنچنے والے نقصانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس بات کا اضافہ کرتے ہیں کہ جنوب میں واقع ممالک میں براہ راست غربت کا خاتمہ ہونا چاہیے۔

آئی ایم ایف کا اپنا کہنا ہے...... اعلیٰ معیار سے مراد ایسی ترقی ہے جو اپنے اندر مستقبل میں مزید وسیع ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور یہ "انسانی سرمائے" میں بہتر اور زیادہ سرمایہ کاری سے ممکن ہے۔ "اعلیٰ معیار" کی ترقی جب ہی قابل برداشت ہے کہ اس میں غریب او کمزور طبقوں کا خیال رکھتے ہوئے ماحول...... دریاؤں، جنگلوں، سمندروں، یا بنی نوع انسان کے کسی بھی مشترک سرمائے کو تباہ نہ کیا جائے۔

ہم امید رکھتے ہیں کہ آئی ایم ایف اپنا طے کردہ چیلنج آئندہ پیش نظر رکھے گا۔

(بشکریہ ماہنامہ "عالم اسلام اور عیسائیت" اسلام آباد۔ نومبر ۱۹۹۶ء)